7

تم اپنے اندر ایسا تغیر پیدا کرو کہ تمہارا مٹنا اللہ تعالیٰ کی غیرت کبھی برداشت نہ کر سکے۔

(فرمودہ 31؍مارچ 1950ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''گزشتہ جمعہ کا خطبہ دینے کے بعد مجھے مختلف اسٹیٹس کے دیکھنے کے لئے باہر جانا پڑا تو گردوغبار کی وجہ سے میرے گلے کی تکلیف بہت بڑھ گئی جس کی وجہ سے میں اب اُتنا بھی نہیں بول سکتا جتنا گزشتہ جمعہ میں بولا تھا۔

میں آج اختصار کے ساتھ جماعت کو ایک موٹی سی بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ لمبی باتیں جیسا کہ میں نے پچھلے خطبہ میں بیان کیا تھا بعض دفعہ انسان کو اُس کے مقصد سے دُور کر دیتی ہیں اور چھوٹے چھوٹے فقرے یا چھوٹی چھوٹی تقریریں اُس کو اُس کے مقصد کے زیادہ قریب کر دیتی ہیں اور انسان ان کو یاد رکھ سکتا ہے۔

بدر کی جنگ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف 313 آدمی تھے اور ان میں سے بھی پورے باہتھیار اور مسلّح آدمی تھوڑے تھے۔ ایک حصہ صحابہؓ کا ایسا تھا جس کے پاس سامان بھی پورا نہیں تھا۔ اس کے مقابلہ میں دشمن کی فوج ایک ہزار کی تعداد میں تھی اور وہ سب کے سب مسلّح اور سوار تھے۔ اِس حالت میں یہ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ ایک ہزار آدمی 313 آدمیوں کو جبکہ وہ پوری طرح مسلّح بھی نہیں ہیں، جبکہ وہ سوار بھی نہیں ہیں اور جبکہ ان کی حرکتیں اِتنی تیز نہیں ہوسکتیں جتنی ان کے

مقابل میں دشمن کی حرکتیں تیز ہوسکتی ہیں تھوڑی سی دیر میں ہی ختم کر دے گا۔ چنانچہ واقعات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت دشمن بھی یہی خیال کرتا تھا کہ ہم تھوڑے سے عرصہ میں ان کو مار لیں گے اور صحابہؓ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ظاہری حالات میں یہ تھوڑی سی دیر میں ہم پر غالب آ جائیں گے۔ کیونکہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لشکر بندی ہوگئی تو صحابہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لشکر کی صفوں سے پیچھے ایک مچان 1 بنایا اور یہ خواہش کی کہ آپؐ اُس جگہ پر بیٹھیں اور پھر دو تیز چلنے والی اونٹنیاں جو سارے لشکر میں سب سے زیادہ تیز چلنے والی تھیں اُس مچان کے ساتھ لا کر باندھ دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان اونٹنیوں کو باندھتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا یہ اونٹنیاں کیوں باندھی گئی ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تھوڑے ہیں دشمن زیادہ ہے، وہ باسامان ہے اور ہم بے سامان ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ تھوڑے سے وقت میں دشمن ہم پر غالب آ جائے اور ہم مارے جائیں۔ یہ اونٹنیاں اس لئے باندھتے ہیں کہ آپؐ اور ابوبکرؓ دونوں ان پر سوار ہو کر مدینہ پہنچ جائیں وہاں اَور مسلمان بھی ہیں جو اس خیال سے اِس جگہ پر نہیں آئے تھے کہ شاید لڑائی نہیں ہوگی ورنہ وہ ایمان میں ہم سے کم نہیں ہیں۔ آپؐ کے وہاں سلامت پہنچ جانے کی وجہ سے اسلام قائم رہے گا۔ اور اگر آپؐ کو گزند پہنچا تو پھر اسلام کے قائم رہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس لئے یہ اونٹنیاں ہم نے یہاں کھڑی کر دی ہیں اور ابوبکرؓ کو بھی ہم یہاں بٹھا چلے ہیں تا کہ اگر ہم مارے جائیں تو آپؐ ان اونٹنیوں پر سوار ہو کر مدینہ پہنچ سکیں۔ 2

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جہاں دشمن یہ سمجھتا تھا کہ ہم نے ان کو مار لیا وہاں صحابہؓ بھی یہ سمجھتے تھے کہ شاید آج ہم مارے گئے۔ یہ بے شک فرق ہے کہ انہوں نے موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح ایسے موقع پر گھبرا کر یہ نہیں کہا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔ 3 بلکہ انہوں نے یہی کہا کہ اے خدا کے رسول! ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے 4 اور دشمن جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے وہ آپؐ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم پکڑے گئے بلکہ انہوں نے کہا کہ جو کچھ ہمیں خدا نے طاقت دی ہے اُسے ہم استعمال کریں گے اور اِس جنگ کو ہم عذاب نہیں سمجھتے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام سمجھتے ہیں۔ لیکن اِس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُس وقت یہی

سمجھ رہے تھے کہ ظاہری حالات میں اِن تھوڑے سے لوگوں کا بچ رہنا ناممکن معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب آپ کو مچان پر بٹھا کر صحابہؓ میدانِ جنگ میں چلے گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر گئے اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگنی شروع کر دی اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الطَّائِفَۃَ الصَّغِیْرَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا۔5 اے میرے خدا! اے میرے رب! میں اَور تو کچھ نہیں کہتا میں تیری توجہ صرف اِس طرف پھرانا چاہتا ہوں کہ اگر یہ چھوٹی سی جماعت (کیونکہ دشمن کے غلبہ کی یہی وجہ تھی کہ وہ بہت زیادہ تھا اور یہ تھوڑے تھے جسے بظاہر چھوٹا ہونے کی وجہ سے مر جانا اور تباہ ہو جانا چاہیے) آج اِس میدان میں ماری گئی تو فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا اِس دنیا میں آئندہ تیری عبادت کرنے والی جماعت اور کوئی باقی نہ رہے گی۔

یہ واقعہ اپنے اندر بہت سے سبق رکھتا ہے لیکن ایک بہت بڑا سبق جو اس سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس بات کی شہادت دیتے ہیں اور اُس وقت دیتے ہیں جبکہ کوئی غیر موجود نہیں جس کو خوش کرنا مقصود ہو۔ اُس وقت دیتے ہیں جبکہ اپنی جماعت بھی موجود نہیں جس کے حوصلے بڑھانے مقصود ہوں۔ صرف ابوبکرؓ پاس تھے۔ گویا نہ دشمن موجود ہے جس کا دل توڑنا مقصود ہے نہ دوست موجود ہے جس کا حوصلہ بڑھانا مقصود ہے۔ صرف خدا اور اُس کا بندہ دونوں اُس جگہ پر ہیں۔ اُس وقت وہ یہ شہادت دیتے ہیں کہ اے میرے رب! اگر یہ جماعت مر گئی تو دنیا میں تیرا نام لیوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ یا دوسرے لفظوں میں آپؐ نے یہ کہا کہ اے میرے رب! تیرا نام صرف اِس جماعت کے ساتھ زندہ ہے۔ یہ صحابہؓ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شہادت تھی مگر کتنی عظیم الشان شہادت تھی۔ یہ اِس بات کی شہادت تھی کہ اگر یہ لوگ نہ رہے تو خدا تعالیٰ کا نام بھی دنیا میں نہیں رہے گا۔ گویا اگر ایک لحاظ سے خدا زندہ رکھنے والا تھا مسلمانوں کو، خدا زندہ رکھنے والا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو، تو دوسرے لفظوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بھی زندہ رکھنے والے تھے خدا کو۔ جس طرح خدا نہ ہوتا تو یہ دنیا بھی نہ ہوتی۔ اِسی طرح صحابہؓ کو دیکھتے ہوئے یہ بات بھی سچی تھی کہ اگر وہ نہ ہوتے تو اِس دنیا میں خدا بھی نہ ہوتا۔ اگر یہ بات سچی تھی اور اِس میں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ سچی تھی، قطع نظر اِس کے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے رسول تھے اور سچے تھے اور وہ کوئی خلافِ واقعہ بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ ایک کافر کو بھی یہ ماننا پڑے گا، ایک منکرِ اسلام کو بھی

یہ ماننا پڑے گا کہ جن حالات میں یہ شہادت دی گئی تھی اُن کو مدنظر رکھتے ہوئے دُنیوی لحاظ سے بھی یہ شہادت بہت بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ قطع نظر اِس کے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے رسول تھے، قطع نظر اِس کے کہ آپؐ صادق اور امین تھے، قطع نظر اِس کے کہ کوئی غلط کلمہ آپ کی زبان سے نہیں نکل سکتا تھا۔ کوئی اَور لیڈر بھی اگر ان حالات میں یہ بات کہتا تو ماننا پڑتا کہ اُس کا یقین وہی تھا جس کا اُس نے اظہار کیا۔ اور اُس کے نقطۂ نگاہ سے تسلیم کرنا پڑتا کہ وہ اپنی جماعت کے متعلق یہی عقیدہ رکھتا تھا کہ خدا تعالیٰ اِس جماعت سے زندہ ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ جس جماعت سے خدا زندہ ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ جس جماعت سے خدا زندہ ہو اُس کا مٹنا کوئی معمولی بات نہیں ہوسکتی۔ جس جماعت سے خدا زندہ ہو کیا کسی انسان کے تصور میں بھی آ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اور اُس کا قانونِ قدرت اور یہ سورج اور یہ چاند اور یہ زمین اور یہ آسمان جو خدا تعالیٰ کے غلام ہیں وہ کبھی اُس کو مرنے دیں گے جس سے ان کا آقا زندہ ہے؟ پھر کیا خدا اُن کو مرنے دے سکتا ہے جن سے وہ خود زندہ ہے؟ یہ ایک ایسی شہادت ہے جس سے صحابہؓ اپنے ذہن میں فیصلہ کر سکتے تھے کہ ہم دنیا میں ایک بہت بڑا کام کر رہے ہیں اور ہماری اس دنیا میں ضرورت ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ ہماری جماعت اپنی ضرورت کس لحاظ سے سمجھتی ہے؟ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اے خدا! اگر یہ چھوٹی سی جماعت مر جائے تو تیرا نام لینے والا اِس دنیا میں کوئی باقی نہیں رہے گا؟ جن معنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ کہا تھا کم سے کم میں اُن معنوں میں یہ فقرہ اپنی جماعت کی نسبت نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ابھی مجھے ان کی نمازوں میں کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ ابھی نماز کو نماز کی حقیقت کے ساتھ پڑھنے والے بہت کم لوگ ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دوسروں کی نسبت زیادہ نمازیں پڑھنے والے لوگ ہم میں موجود ہیں۔ لیکن نماز کو نماز کی صورت میں پڑھنا بالکل اَور چیز ہے۔ اِسی طرح دوسرے اخلاقِ فاضلہ ہیں جن میں ابھی بہت بڑی کمی دکھائی دیتی ہے۔ لَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ میں جو عبادت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اُس کے خالی یہ معنی نہیں ہیں کہ نماز پڑھی جائے۔ بلکہ درحقیقت دین کے تمام احکام عبادت میں شامل ہیں۔ اگر کوئی شخص سچ اِس لئے بولتا ہے کہ اُسے دنیا میں عزت حاصل ہو تو وہ سچ کا فائدہ اُٹھالے گا مگر اُس کا سچ عبادت نہیں ہوگی۔ لیکن اگر کوئی شخص اِس لئے سچ بولتا ہے کہ میرے خدا نے کہا ہے کہ سچ بولو تو وہ سچ کا فائدہ بھی

اُٹھالے گا اور اس کا بیج عبادت بھی بن جائے گا۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان جو اپنی بیوی کے منہ میں لُقمہ ڈالتا ہے اِس نیت اور ارادہ سے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے تو اُس کا اپنی بیوی کے منہ میں لُقمہ ڈالنا بھی ثواب کا موجب ہوگا اور اُس کا یہ فعل عبادت شمار ہوگا۔6 اب جو چیز دی گئی ہے وہ روٹی ہے۔ کھانے والی بیوی ہے۔ مگر خدا کہتا ہے کہ یہ میری عبادت ہے کیونکہ یہ میرے نام سے اور میری خاطر دی گئی ہے۔

پس نماز کا نام ہی عبادت نہیں بلکہ ہر اس چیز کا نام عبادت ہے جو خدا کے لئے کی جاتی ہے۔ حتّٰی کہ اَور تو اَور اگر اپنے منہ میں بھی کوئی شخص اِس لئے لُقمہ ڈالتا ہے کہ خدا نے کہا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا 7 تو اُس کا اپنے منہ میں لُقمہ ڈالنا بھی عبادت بن جاتا ہے۔ شاید تم میں سے بعض لوگ کہیں کہ یہ تو بڑی آسان بات ہوگئی اِس میں مشکل ہی کیا ہے۔ اِس شبہ کے ازالہ کے لئے میں تمہارے پردے تو چاک کرنا نہیں چاہتا لیکن اگر ابھی میں تم سے پوچھوں کہ تم میں سے کتنے ہیں جو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر کھانا کھاتے ہیں؟ تو شاید تم میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو کھڑے ہوں گے۔ حالانکہ جہاں سچا عشق ہوتا ہے وہاں انسان آپ نئی نئی ایجادیں کیا کرتا ہے۔ مگر ہمارے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایجادیں کی ہوئی ہیں ہم اُن کو بھی اختیار نہیں کرتے۔ اگر میں تم سے پوچھوں کہ تم میں سے کتنے لوگ ہیں جو کھانا کھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! کہتے ہیں؟ تو تم میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو کھڑے ہوں گے۔ جب تم نے میری یہ بات سُنی تھی کہ ہمارا کھانا کھانا بھی عبادت ہے تو تم نے اپنے دل میں سمجھا تھا کہ یہ کتنی چھوٹی سی بات ہے اب تو ہمارے لئے آسانی ہی آسانی ہوگئی ہے۔ مگر میں نے بتایا ہے یہ چھوٹی بات نہیں۔ تم باقاعدہ بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر بھی کھانا نہیں کھاتے۔ مگر اِس جگہ میری مراد وہ بِسْمِ اللّٰہِ نہیں جو لوگ بلا سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں اور جس کے مفہوم کو وہ سمجھتے ہی نہیں۔ بلکہ میری مراد یہ ہے کہ کیا تم اس مفہوم کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ کہا کرتے ہو کہ میرے سامنے جو کھانا پڑا ہے یہ میرا نہیں بلکہ خدا کا ہے اور اُس کی اجازت سے میں اِسے کھانے لگا ہوں؟ پھر کیا کھانا کھا کر تم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے ہو جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ یہ کھانا مجھے خدا نے ہی دیا تھا کہ اُس نے مجھے یہ چیز کھلائی اگر وہ نہ کھلاتا تو میں کہاں سے حاصل کرتا؟ شاید تم میں سے ایک دو فیصدی یا کچھ زیادہ لوگ ایسے نکلیں گے جو منہ سے تو بِسْمِ اللّٰہِ کہتے ہیں مگر حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ منہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے

ہیں مگر حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اِن حالات میں تم بتاؤ کہ کیا تمہارے لئے خدا تعالیٰ کے بندے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے خدا! اگر تُو نے اِن لوگوں کو مرنے دیا تو تیرا نام لینے والا اِس دنیا میں کوئی نہیں رہے گا؟ یہ بظاہر ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر اِس کو تم اپنے نفس پر چسپاں کرو اور اپنے اندر ایسا تغیر پیدا کرو کہ تمہارا مٹنا اللہ تعالیٰ کی غیرت کبھی برداشت نہ کرسکے تو تم کہیں سے کہیں ترقی کر کے نکل جاؤ۔ پس صبح اور شام سوچو کہ اگر میں مر جاؤں تو کیا خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے؟ اگر تمہارا نفس تمہیں یہ جواب دے کہ ہاں پہنچے گا تو تم سمجھ لو کہ تم اور تمہارے جیسے کچھ اَور افراد (کیونکہ جماعت درحقیقت منظّم افراد کے مجموعہ کا ہی نام ہوتا ہے) کی وجہ سے ہی دینِ اسلام اور احمدیت کو بچا لیا جائے گا۔ لیکن اگر تمہارا نفس تمہیں یہ جواب دے کہ تمہارے مرنے سے خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تو جس طرح گھر میں ایک کُتّا داخل ہوتا اور نکل جاتا ہے اور کوئی اُس کو پوچھتا بھی نہیں یہی تمہاری حیثیت ہے۔ اور اگر تم اپنے نفسانی اغراض کو پورا کرنے میں ہر وقت منہمک رہتے ہو تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اگر تمہارا دشمن کبھی تم پر حملہ کرے تو زمین آسمان سے مخاطب ہو کر کبھی نہ کہے گی کہ اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الطَّائِفَۃَ الصَّغِیْرَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا ۔اے خدا! اگر یہ چھوٹی سی جماعت ماردی گئی تو پھر تیرا نام لینے والا اِس دنیا میں کوئی نہیں رہے گا۔ یہ مٹ جائیں گے پیشتر اِس کے کہ اُس عظمت کو حاصل کریں جس عظمت کو حاصل کرنے کے لئے یہ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ مٹ جائیں گے پیشتر اِس کے کہ اُس نظام کو قائم کریں جس نظام کو قائم کرنے کے لئے یہ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ مٹ جائیں گے پیشتر اِس کے کہ اُس شریعت کو قائم کریں جس شریعت کو قائم کرنے کے لئے یہ کھڑے ہوئے تھے۔ بے شک یہ مٹ جائیں گے کیونکہ یہ تھوڑے سے لوگ ہیں اور اِن کا مٹانا کوئی مشکل امر نہیں۔ بے شک اِن کا نام لینے والا دنیا میں کوئی باقی نہیں رہے گا۔ ان کی شُہرت باقی نہیں رہے گی۔ تاریخ انہیں یاد نہیں رکھے گی۔ اور بے شک اِس میں ان کا نقصان ہے۔ مگر انسان ہونے کے لحاظ سے یہ اتنا بڑا نقصان نہیں۔ انسان ہوتا ہی گمنام ہے۔ اگر اِن کا نام مٹ گیا تو اے خدا! یہ وہ چیز کھوئیں گے جو انہیں ابھی ملی نہیں۔ یہ وہ چیز کھوئیں گے جو ابھی تیرے پاس ہے ان کے پاس نہیں آئی۔ انہوں نے ابھی اپنا نام پیدا کرنا تھا، انہوں نے ابھی تاریخ میں اپنے لئے مقام حاصل کرنا تھا۔ یہ مٹے تو وہ چیز کھوئیں گے جو ابھی انہیں نہیں ملی۔ مگر اے خدا! ان کے مٹنے کے ساتھ ہی تیرا نام بھی مٹ

جائے گا جو پہلے سے موجود ہے۔ گویا یہ وہ چیز کھوئیں گے جو نہیں۔ اور تُو وہ چیز کھوئے گا جو ہے۔
یہ کتنا غیرت دلانے والا فقرہ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفات کو کتنا جوش دلانے والا فقرہ ہے کہ لَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا مگر اِس فقرہ نے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا۔ اور یقیناً جب آپؐ نے یہ فقرہ کہا تو اُس وقت آسمان کانپ گیا ہوگا کہ اے خدا! یہ ایک کمزور اور چھوٹی سی جماعت ہے۔ بے شک دنیا کی نگاہ میں یہ ایک ذلیل اور حقیر چیز ہے۔ بے شک یہ مٹ جائے گی اور مٹ سکتی ہے۔ دشمن اس پر غالب آ جائے گا اور اسے مار ڈالے گا۔ مگر یہ مریں گے تو ان کا نقصان تھوڑا ہے، یہ مریں گے تو انہیں وہ چیز نہیں ملے گی جس کے لئے یہ دنیا میں کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن اے میرے رب اگر یہ مرے تو اس دنیا میں تُو بھی مر جائے گا۔ تُو رَبُّ العالمین ہے مگر اِس دنیا میں تُو رب العالمین نہیں سمجھا جائے گا۔ تُو رحمٰن اور رحیم ہے مگر اِس دنیا میں تُو رحمٰن اور رحیم نہیں سمجھا جائے گا۔ تُو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے مگر اس دنیا میں تُو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ نہیں سمجھا جائے گا۔ تیرا رب العالمین اور رحمٰن اور رحیم اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہونا ان تھوڑے سے لوگوں کے طفیل ہے۔ اِن مختصر الفاظ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو اِتنا بھڑکا دیا اور اُس کی صفات میں اِتنا جوش پیدا کر دیا کہ چند منٹ کے اندر اندر خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اُتر آئے اور اس جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں ابلق 8 گھوڑوں پر سفید لباس پہنے ہوئے کچھ سوار ایسے تھے جو ہمارے اِرد گرد رہتے تھے اور ہم جہاں بھی جاتے وہ ہمارے آگے آگے گھوڑے دَوڑاتے ہوئے پہنچ جاتے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دشمن کو ہم نہیں مارتے بلکہ وہ مارتے ہیں۔ 9 یہ فرشتے تھے جو جنگِ بدر میں نازل ہوئے۔ مگر یہ فرشتے کیوں اُترے؟ اُسی جوش دلانے والے فقرہ کی وجہ سے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں استعمال فرمایا۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ایسی جگہ سے پکڑا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کی غیرت یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ ان کو مرنے دے۔
پس جب تک انسان اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا نہ کرے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ اُس کی موت اور ہلاکت پر اپنی سُبکی اور اپنی صفات کی ہَتک 10 محسوس کرے اُس وقت تک یہ امید رکھنا کہ بڑے بڑے کاموں میں وہ کامیاب ہو جائے گا بالکل غلط ہے۔ یہ نکتہ تم اپنے سامنے رکھو اور ہمیشہ سوچتے رہو

کہ اگر ہم مر جائیں تو کیا ہوگا۔ اگر تمہارا مرنا ایسا ہی ہو جیسے ایک گدھے کا مرنا ہوتا ہے یا ایک بکری اور گھوڑے کا مرنا ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ تمہارے وجود سے اسلام کا جیتنا ناممکن ہے۔ پس اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرو کہ تم بھی محسوس کرو، دنیا بھی محسوس کرے اور آسمان کے فرشتے بھی محسوس کریں کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حیات ان لوگوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ جئیں گے تو خدا تعالیٰ کا نام بھی زندہ رہے گا۔ اور یہ مریں گے تو خدا تعالیٰ کا نام مر جائے گا اور اُس کا کوئی نام لیوا باقی نہیں رہے گا۔ اگر تم اپنے اندر ایسا تغیر پیدا کر لو تو یقیناً خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ایسے رنگ میں آئے گی کہ تمہاری مشکلات خس و خاشاک کی طرح اُڑ جائیں گی اور تمہارے راستہ میں کوئی روک باقی نہیں رہے گی۔"

(الفضل 4 / اپریل 1950ء)

1: مچان: تختہ یا لکڑیاں جو دیوار میں اسباب وغیرہ رکھنے کے لئے اونچی جگہ لگا دیتے ہیں۔ (فیروز اللغات اردو جامع)

2: سیرت ابن هشام جلد 2 صفحه 272 بناء العریش لرسول الله ﷺ مطبع مصر 1936ء

3: المائده: 25

4: صحیح بخاری کتاب المغازی باب قول الله تعالیٰ "اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّهُمْ"

5: صحیح مسلم کتاب الجهاد باب الامداد بالملائکة فی غزوة بدر میں یہ الفاظ ہیں۔
"اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِکْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ فِی الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ"

6: صحیح بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقة علی الاهل

7: الاعراف: 32

8: ابلق: دورنگا (سیاہ و سفید) گھوڑا۔ (از فیروز اللغات اردو جامع)

9: مصنف ابن ابی شیبه کتاب المغازی باب غزوة بدر الکبریٰ و متی کانت و امرها جلد 14 صفحہ 364 مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی 1986ء (مفہوماً)

10: ہیٹی: ذلّت، ہتک (فیروز اللغات اردو جامع)